ذوالقرنین اور سدِّ سکندری

(۲)

از جناب مولانا حفظ الرحمٰن صاحب سیوہاروی

کیا ذوالقرنین نبی تھے؟ ذوالقرنین کی تعیین کے بعد یہ مسئلہ بھی اہمیت رکھتا ہے کہ یہ واضح ہو جائے کہ ذوالقرنین نبی ہیں یا ایک نیک نہاد باشاہ؟ سو سلفِ صالحین اور متاخرین کی اکثریت اسی جانب ہے کہ ذوالقرنین صالحین میں سے ہیں اور نیک نفس بادشاہ اور وہ نبی یا رسول نہیں ہیں۔

چنانچہ حضرت علی (رضی اللہ عنہ) کی اُس روایت میں "کہ جس میں ذوالقرنین کی وجہ تسمیہ بیان کی گئی ہے" ان کا یہ قول مصرح موجود ہے۔

لم یکن نبیاً ولا ملکاً۔ (الحدیث)(۱) ذوالقرنین، نہ نبی تھے اور نہ فرشتہ۔

کان رجلاً احب اللہ فاحبہ الخ (۲) وہ ایک انسان تھے جنھوں نے اللہ تعالیٰ کو محبوب رکھا پس اللہ تعالیٰ نے بھی ان کو محبوب رکھا۔

حافظ ابن حجرؒ نے اس روایت کو نقل کرکے اس کی توثیق کی ہے اور کہا ہے کہ میں نے اس روایت کو حافظِ حدیث ضیاء الدین مقدسی کی کتاب مختارہ کی احادیث سے بسندِ صحیح سنا ہے۔ اور پھر فرماتے ہیں کہ اس روایت میں ذوالقرنین کے متعلق یہ الفاظ مذکور ہیں۔

بعثہ اللہ الیٰ قومہ (۳) اللہ تعالیٰ نے اس کو اس کی قوم کی طرف بھیجا۔

اس سے یہ اشکال ہوتا ہے کہ لفظ "بعث" تو نبوت و رسالت کیلئے بولا جاتا ہے پھر نبوت کے

(۱)(۲) فتح الباری جلد ۶ صفحہ ۲۹۵ (۳) فتح جلد ۶ صفحہ ۲۹۸

انکار کے کیا معنی؟ اس کے بعد خود ہی یہ جواب دیا ہے کہ "بعث" یہاں اپنے عام معنی میں ہے جو نبی اور غیر نبی دونوں کے لئے بولا جا سکتا ہے۔ اس کے بعد تحریر فرماتے ہیں۔

وقیل کان من الملوک وعلیہ الاکثر (فتح) — اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ وہ بادشاہوں میں سے ایک بادشاہ تھا اور اکثریت کی رائے یہی ہے۔

حضرت علیؓ کے علاوہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ کا بھی یہی مسلک ہے کہ ذوالقرنین نبی نہ تھے بلکہ ایک نیک اور صالح بادشاہ تھے۔

عن ابن عباسؓ قال کان ذوالقرنین ملکا صالحا رضی اللہ عملہ واثنی علیہ فی کتابہ وکان منصورا (۱) — حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ ذوالقرنین نیک اور صالح بادشاہ تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اُسکے اعمال کو پسند فرمایا اور اپنی کتاب (قرآن) میں اس کی تعریف فرمائی اور وہ فاتح و کامیاب بادشاہ تھا۔

اسی طرح حضرت ابوہریرہ بھی ذوالقرنین کو صالحین میں سے مانتے تھے۔ (۲)

البتہ حضرت عمرو بن العاصؓ کی جانب یہ نسبت کی جاتی ہے کہ وہ ذوالقرنین کو نبی مانتے تھے۔

عن مجاھد عن عبداللہ بن عمرو قال کان ذوالقرنین نبیا (۳) — عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ذوالقرنین نبی تھے۔

اور حافظ ابن حجرؒ اس روایت کو نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ قرآن کا ظاہر یہی بتاتا ہے۔ (۴) مگر ان تمام اقوال کو نقل کرنے کے بعد فیصلہ کچھ نہیں فرمایا۔ لیکن حافظ عماد الدین ابن کثیرؒ ان اقوال کو نقل کرنے کے ساتھ ساتھ اپنا فیصلہ یہ دیتے ہیں۔

والصحیح انہ کان ملکا من ملوک — اور صحیح یہ ہے کہ "ذوالقرنین" عادل بادشاہوں

(۱) البدایہ والنہایہ جلد ۲ صفحہ ۱۰۳ (۲) تاریخ ابن کثیر جلد ۲ صفحہ ۱۰۳ (۳) فتح جلد ۶ صفحہ ۲۹۵ (۴) فتح جلد ۶ صفحہ ۲۹۵

العادلین (۱) میں سے تھا۔

اور حضرت استاذ علامہ محمد انور شاہ نور اللہ مرقدہ کی تحقیق بھی یہی ہے چنانچہ عقیدۃ الاسلام میں تحریر فرماتے ہیں۔

بل ملك آخر من الصالحين ينتهي نسبه الى العرب الساميين الاولين۔ | کہ وہ ایک اور نیک بادشاہوں میں سے تھا اور اس کا نسب قدیم سامیوں پر پہنچتا ہے۔

پس ان نقول کے پیش نظر مولانا آزاد کا یہ فرمانا۔

"تو صحابہ و سلف سے جو تفسیر منقول ہے وہ یہی ہے کہ ذوالقرنین نبی تھا الخ (۲)

اپنے عموم کے اعتبار سے صحیح نہیں ہے کیونکہ بیشتر سلفِ صالحین ذوالقرنین کی نبوت کے قائل نہیں ہیں بلکہ ان کو ایک بادشاہ کی حیثیت میں تسلیم کرتے ہیں البتہ بعض سلف کی رائے ہیں وہ نبی تھے اسی طرح متاخرین میں سے ابن کثیر کے متعلق یہ کہنا بھی غلط فہمی پر مبنی ہے کہ وہ ذوالقرنین کے نبی ہونے کی تائید میں ہیں۔ اسلئے کہ سطورِ بالا میں ابن کثیر سے جو کچھ منقول ہے وہ قطعاً اس کے خلاف ہے۔ معلوم ایسا ہوتا ہے کہ ابن کثیر نے اپنی تاریخ میں اس مسئلہ پر بحث کرتے ہوئے ذوالقرنین اور خضر کا جو ایک جگہ ساتھ ساتھ ذکر کیا ہے اور اس میں خضرؑ کی نبوت کی توثیق فرمائی ہے تو اس جگہ شائد ضمائر کے مرجع میں مولانائے موصوف کو مغالطہ ہو گیا ہے چنانچہ ابن کثیر تحریر فرماتے ہیں

فان الاول كان عبداً مؤمناً صالحاً وملكاً عادلاً وكان وزيره الخضر وقد كان نبياً على ما قررناه قبل هذا۔ (۳) | اس لئے کہ اول (یعنی ذوالقرنین) ایک عبد مومن اور صالح تھا اور عادل بادشاہ اور اس کے وزیر خضر (علیہ السلام) تھے اور وہ خضر اس تحقیق کے مطابق جو ہم سابق میں بیان کر چکے ہیں بیشک نبی تھے۔

(۱) فتح جلد ۶ صفحہ ۲۹۵ (۲) ترجمان القرآن جلد ۲ صفحہ ۴۱۱ (۳) تاریخ ابن کثیر جلد ۲ صفحہ ۱۰۳

بہرحال حضرت علیؓ، ابن عباسؓ، ابوہریرہؓ، امام رازیؒ، ابن کثیرؒ، اوران کے علاوہ سلف صالحین اور متاخرین کی اکثریت اسی کی قائل ہے کہ ذوالقرنین نبی نہیں تھے بلکہ عادل صالح بادشاہ تھے۔ پس جبکہ صحابہ اور سلف صالحین بلکہ متاخرین میں سے بھی اکثر اسی جانب ہیں کہ ذوالقرنین نبی نہ تھے تو جمہور کا یہ رجحان بلاشبہ اس امر کی دلیل ہے کہ آیت "قلنا یاذا القرنین" میں خدائے تعالیٰ کی مخاطبت ذوالقرنین کے ساتھ اسی قسم کی ہے جیسا کہ حضرت موسیٰؑ کی والدہ کے قصہ میں "اوحینا" کے اندر ہے۔

واوحینا الی ام موسیٰ ان ارضعیہ	اور ہم نے موسیٰؑ کی والدہ پر وحی کی کہ تو اس (موسیٰؑ) کو دودھ پلانا منظور کرلے۔

اور یقیناً ان حضرات کا منطوق پر مفہوم کو ترجیح دینا بے وجہ نہیں ہے خصوصاً جبکہ اس مخاطبت کو نہ "اوحینا" سے تعبیر کیا گیا اور نہ "انزلنا" سے اور نہ "قلنا" کے علاوہ ذوالقرنین سے متعلق آیات میں کوئی ایسا مؤید موجود ہے جو "قلنا" کی خطابت کو خطابت وحی قرار دیتا ہو۔

بہرحال راجح مذہب یہی ہے کہ ذوالقرنین نبی نہیں تھے بلکہ عادل اور صالح بادشاہ تھے

یاجوج وماجوج ذوالقرنین کی شخصیت کو زیر بحث لانیکے بعد دوسرا مسئلہ یاجوج وماجوج کی تعیین کا ہے۔ مفسرین اور مورخین اسلام نے رطب ویابس روایات کا وہ تمام ذخیرہ نقل کر دیا ہے جو اس سلسلہ میں بیان کی گئی ہیں اور ساتھ ہی یہ بھی واضح کر دیا ہے کہ چند روایات کے علاوہ اس سلسلہ کی تمام روایات خرافات وہفوات کا مجموعہ ہیں، جو عقلاً ونقلاً کسی طرح لایق اعتماد نہیں ہیں، اور اسرائیلیات کا لایعنی طومار ہیں۔

ان تمام روایات میں قدر مشترک یہ ہے کہ یاجوج وماجوج ایک ایسے قبائل کا مجموعہ ہیں جو جسمانی اور معاشرتی اعتبار سے عجیب وغریب زندگی کے حامل ہیں۔ مثلاً بالشت، ڈیڑھ بالشت

یا زیادہ سے زیادہ ایک ذراع کا قد رکھتے ہیں اور ان کے دونوں کان اتنے بڑے ہیں کہ ایک اوڑھنے اور دوسرا بچھانے کے کام میں آتا ہے، چہرے چوڑے چکلے اور قد کے ساتھ غیر متناسب ہیں۔ ان کی غذا کے لئے قدرت سال بھر میں دو مرتبہ سمندر سے ایسی مچھلیاں نکال کر پھینکدیتی ہے جن کے سر اور دُم کا فاصلہ اس قدر طویل ہوتا ہے کہ دس روز و شب اگر کوئی شخص اس پر چلتا رہے تب اس فاصلہ کو قطع کرسکتا ہے۔ یا ایک ایسا سانپ ان کی خوراک ہے جو پہلے قرب وجوار کے تمام بری جانوروں کو ہضم کرجاتا ہے اور پھر قدرت اس کو سمندر میں پھینکدیتی ہے اور وہ وہاں میلوں تک بحری جانوروں کو چٹ کرلیتا ہے۔ اور پھر ایک بادل آتا ہے اور فرشتہ اس عظیم الجثہ اژدہے کو اٹھاکر اس پر رکھ دیتا ہے اور بادل اس کو ان قبائل میں لیجاکر ڈالدیتا ہے۔ اور یہ کہ یاجوج ماجوج ایک ایسی برزخی مخلوق ہیں جو آدم علیہ السلام کے صلب سے تو ہیں مگر حوّا (علیہا السلام) کے بطن سے نہیں ہیں۔

ان روایات کو نقل کرتے ہوئے یاقوت نے معجم البلدان میں یہ رائے ظاہر کی ہے۔

اور میں نے جو کچھ روایات نقل کی ہیں ان کے اختلافات کے پیشِ نظر میں کسی طرح ان کی صحت کو باور نہیں کرسکتا اور اس معاملہ کی اصل حقیقت کا حال خدا ہی خوب جانتا ہے اور بہرحال اس میں ذرا سا بھی شبہ نہیں کہ جہانتک سند کا معاملہ ہے اس کے صحیح ہونے میں مطلق شک کی گنجائش نہیں ہے۔	ولست اقطع بصحة ما اوردته لاختلاف الروايات فيه والله اعلم بصحته وعلى كل حال فليس فى صحة امل السدّ ريب الخ (۱)

اور حافظ عماد الدین ابن کثیر البدایہ والنہایہ میں یہ ارشاد فرماتے ہیں۔

اور جس شخص نے یہ گمان کر رکھا ہے کہ یاجوج اور ماجوج حضرت	ومن زعم ان ياجوج وماجوج خلقوا

(۱) جلد ۵ صفحہ ۳۰

من نطفة آدم حين احتلم فاختلط بتراب فخلقوا من ذلك وانهم ليسوا من حواء فهو قول حكاه الشيخ ابوزكريا النووي في شرح مسلم وغيره ضعفوه وهو جدير بذلك اذ لا دليل عليه بل هو مخالف لما ذكرناه من ان جميع الناس اليوم من ذرية نوح بنص القرآن هكذا من زعم انهم على اشكال مختلفة واطوال متباينة جداً فمنهم من هو كالنخلة السحوق ومنهم من هو غاية في القصر ومنهم من يفترش اذناً من اذنيه ويتغطى بالاخرى۔

فكل هذه بلا دليل ورجم بالغيب بغير برهان۔ والصحيح انهم من بني آدم وعلى اشكالهم وصفاتهم۔ (۱)

آدمؑ کے ایسے نطفے سے پیدا ہوئے ہیں جو احتلام کی حالت میں نکلا اور مٹی میں رَل مل گیا اور یہ مخلوق وجود میں آگئی اور یہ حضرت حواؑ کے بطن سے نہیں ہیں تو یہ ایک قول ہے جسکو شیخ ابوذکریا نووی نے شرح مسلم میں حکایت کیا ہے اور ان کے علاوہ علماء نے اس کی تغلیط کی ہے اور بلاشبہ یہ قول اس قابل ہے کہ اس کو صحیح نہ سمجھا جائے اسلئے کہ یہ قطعاً بے دلیل بات ہے بلکہ اس قول کے بالکل خلاف ہے جو ابھی ہم بیان کر چکے ہیں کہ نصِ قرآن سے یہ ثابت ہے کہ کائنات کی موجودہ انسانی مخلوق کا ہر فرد حضرت نوحؑ کی اولاد میں سے ہے اس طرح یہ قول بھی غلط اور بے دلیل ہے کہ یاجوج ماجوج عجیب عجیب مختلف شکلوں اور متضاد قد و قامت کی مخلوق ہیں پس بعض ان میں سے اتنے لمبے ہیں کہ گویا کھجور کا بہت طویل درخت ہے اور بعض بہت ہی کوتاہ قامت اور بعض کے کان ایسے ہیں کہ ایک کو وہ بچھا لیتے اور دوسرے کو اوڑھتے ہیں۔

سو یہ تمام اقوال قطعاً بے دلیل اور محض اٹکل کے تیر ہیں اور صحیح بات یہ ہے کہ وہ عام بنی آدم کی طرح ہیں اور ان ہی کی طرح شکل و صورت اور جبلی اوصاف رکھتے ہیں۔

(۱) جلد ۲ ص۱۱۱

اور اپنی تفسیر میں تحریر فرماتے ہیں۔

وهذا قول غريب جداً لا دليل عليه لا من عقل ولا من نقل ولا يجوز الاعتماد منهما على ما يحكيه بعض اهل الكتاب لما عندهم من الاحاديث المفتعلة (١)

اور یہ قول بلاشبہ ایک اچنبا قول ہے کہ جس کیلئے نہ عقلی دلیل ہے اور نہ نقلی، اور بعض اہل کتاب نے جو اس سلسلہ میں حکایت بیان کی ہے ایسے مقام پر کسی طرح اس پر بھروسہ کرنا درست نہیں ہے اس لئے کہ ان کے یہاں تو اس قسم کے من گھڑت قصوں کی کوئی کمی نہیں ہے

اور دوسری جگہ ارشاد فرماتے ہیں۔

وقد ذكر ابن جرير ههنا عن وهب بن منبه اثراً طويلاً عجيباً في سير ذي القرنين وبنائه السد وكيفية ما جرى له وفيه طول دعوانية ونكارة في اشكالهم وصفاتهم وطولهم وقصر بعضهم وآذانهم الخ (٢)

اور ابن جریرؒ نے اس مقام پر وہب بن منبہؒ سے ذوالقرنین کی سیاحت اور سد کی تعمیر اور اس سے متعلق کیفیات کے بارہ میں ایک طویل عجیب اثر نقل کیا ہے دراصل وہ ایک طویل اور اجنبی داستان ہے اور اس میں ان (یاجوج ماجوج) کی شکلوں، صورتوں ان کے طویل و کوتاہ ہونے اور ان کے کانوں کے متعلق اجنبی اور غیر معقول باتیں ہیں۔

اور حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ اس عجیب و غریب قول کی تردید کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں

ووقع في فتاوى الشيخ محي الدين يأجوج ومأجوج من اولاد آدم لا من حواء عند جماهير العلماء فيكونون اخواننا

اور شیخ محی الدین (نووی) کے فتاویٰ میں مذکور ہے کہ یاجوج اور ماجوج حضرت آدمؑ کی نسل سے تو ہیں مگر حضرت حواؑ کے بطن سے نہیں ہیں جمہور علما کا یہی خیال ہے

(١) جلد ٦ صـ ١٧٣ سورہ کہف۔ (٢) جلد ۹ صـ ١٧٦

لاریب کذا قال ولم نرھذا عن احد من السلف الا عن کعب الاحبار ویردہ الحدیث المرفوع انھم من ذریۃ نوح ونوح من ذریۃ حواء قطعاً۔ (۱)

اور اس طرح وہ حوا کے بطن سے بنی آدم کے علاتی بھائی ہیں۔ مگر ہم نے کعب احبارؓ کے علاوہ سلف میں سے کسی ایک شخص کو بھی اس کا قائل نہیں پایا اور اس قول کو وہ حدیث مرفوع قطعاً رد کرتی ہے جس میں یاجوج اور ماجوج کو نوح علیہ السلام کی نسل سے بتایا گیا ہے اور حضرت نوح بلاشبہ حضرت حوا کے بطن سے ہیں۔

اور دوسری جگہ تحریر فرماتے ہیں۔

وقد اشار النووی وغیرہ الی حکایۃ من زعم ان آدم نام فاحتلم فاختلط منیہ بتراب فتولد منہ ولد یأجوج ومأجوج من نسلہ وھو قول منکر اجداً لا اصل لہ الا عن بعض اھل الکتاب الخ (۲)

اور نووی اور بعض دوسروں نے ایک ایسے شخص کی بیان کردہ حکایت کی جانب اشارہ کیا ہے جو یہ کہتا ہے کہ آدمؑ خواب میں تھے کہ ایک مرتبہ ان کو احتلام ہوگیا اور ان کے قطرات منی مٹی میں رل مل گئے بس اس سے یاجوج اور ماجوج کی نسل مخلوق ہوگئی تو یہ قول ہے جو سراسر بیہودہ اور بے اصل ہے اور بعض اہل کتاب کی حکایت کے سوائے اس کی کوئی حقیقت نہیں ہے۔

اور حافظ ابن کثیرؒ اپنی تاریخ میں تحریر فرماتے ہیں۔

ثم ھم من ذریۃ نوح لان اللہ تعالیٰ اخبر انہ استجاب لعبدہ نوح فی دعائہ علی اھل الارض بقولہ رب

پھر وہ (یاجوج وماجوج) نوح علیہ السلام کی ذریت میں سے ہیں اسلئے کہ اللہ تعالیٰ نے ہم کو یہ اطلاع دی ہے کہ اس نے اہل زمین کے متعلق نوحؑ کی بددعا قبول کرلی ... اے

(۱) فتح الباری جلد ۱۳ ص۹۱ - (۲) فتح الباری جلد ۶ ص۲۹۵ -

لا تذر علی الارض من الکافرین دیارا) ... رب تو زمین پر کسی کافر کو باقی نہ چھوڑ) اور پھر حق تعالیٰ
وقال تعالیٰ (فانجیناہ واصحاب ... نے فرمایا (پس ہم نے اس کو اور کشتی والوں کو نجات دی)
السفینۃ) وقال (وجعلنا ذریتہ ... اور پھر فرمایا (اور ہم نے اس کی ذریت ہی کو باقی رہنے
ھم الباقین) الخ (۱) ... والوں میں چھوڑا)

وجہ استدلال یہ ہے کہ جبکہ قرآنِ عزیز ان آیات میں یہ تصریح کرتا ہے کہ حضرت نوحؑ کی بددعا کے بعد بنی آدم میں سے حضرت نوحؑ اور اصحابِ کشتی یا دوسرے الفاظ میں حضرت نوحؑ کی ذریت اور چند مسلمانوں کے علاوہ کسی کو زندہ اور باقی نہیں چھوڑا اور اب دنیاءِ انسانی حضرت نوحؑ ہی کی اولاد ہے تو پھر یہ کہنا کہ یاجوج اور ماجوج بنی آدم میں سے ایک مستقل مخلوق ہے اور ذریتِ نوحؑ میں سے نہیں ہے قطعاً بے بنیاد اور بے اصل ہے۔ اور اس کی تائید میں حافظ ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں کہ اگر یہ حواء کے بطن سے نہ تھے اور اس لئے ذریتِ نوحؑ میں سے بھی نہیں تھے تو طوفانِ نوحؑ میں یہ مخلوق کہاں تھی اور نصِ قرآنی کے خلاف یہ کیسے محفوظ رہی؟

اور حضرت قتادہؓ سے جو منقول ہے وہ بھی اس قول کو رد کرتا ہے۔

ویاجوج وماجوج قبیلتان من ولد ... اور عبد الرزاق نے کتاب التفسیر میں قتادہؓ سے نقل کیا ہے
یافث بن نوح (الحدیث) (۲) ... کہ یاجوج اور ماجوج دو قبیلے ہیں جو یافث بن نوحؑ کی نسل سے ہیں

اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مرفوع روایت ہے کہ یاجوج وماجوج حضرت نوحؑ کی نسل سے ہیں اور اگرچہ اس کی سند میں فی الجملہ ضعف ہے مگر اس کے معاوع اور موئید بعض دوسری صحیح روایات ہیں چنانچہ حافظ ابن حجرؒ نے بخاری کی اس مرفوع روایت کے متعلق جو حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے منقول ہے یہ خیال ظاہر فرمایا ہے۔

(۱) البدایہ والنہایہ جلد ۲ صفحہ ۱۱۱۔ (۲) فتح جلد ۶ صفحہ ۲۹۵۔

والغرض منه هنا ذكر يأجوج و مأجوج والاشارة الى كثرتهم وان هذه الامة بالنسبة اليهم نحو عشر عشر العشر و انهم من ذرية آدم ردًا على من قال خلاف ذلك۔ (۱)

امام بخاریؒ کی اس روایت بیان کرنے کی غرض یہ ہے کہ یاجوج اور ماجوج کا حال بیان کیا جائے اور ان کی کثرتِ تعداد کی جانب اشارہ ہے اور یہ کہ امت محمدیہ (علیہ الصلوٰۃ والسلام) کے مقابلہ میں وہ ہزار گنا زیادہ ہیں اور یہ ثابت کرنا ہے کہ وہ دوسرے انسانوں کی طرح نسلِ آدمؑ میں شامل ہیں اس سے ان لوگوں کا رد کرنا مقصود ہے جو اس کے خلاف ان کو عام انسانی مخلوق سے جدا مانتے ہیں۔

یہ چند نقول ہیں ان محققین کے ذخیرۂ اقوال سے جو حدیث تفسیر اور علمِ تاریخ کی گرانمایہ ہستیاں ہیں، ان سے یہ بات قطعاً واضح اور صاف ہو جاتی ہے کہ یاجوج ماجوج عام دنیا، انسانی کی طرح ربع مسکون کے باشندے اور ان کی نسل بنی آدم کی عام نسل کی طرح ہے اور وہ کوئی عجوبہ روزگار مخلوق نہیں ہیں اور نہ برزخی مخلوق۔ اور اس قسم کی جو روایات پائی جاتی ہیں اُن کا اسلامی روایات سے دور کا بھی تعلق نہیں ہے بلکہ اسرائیلیات کے بے سروپا ذخیرہ کا جز ہیں اور ان تمام روایات کا سلسلہ کعب احبارؓ پر جا کر ختم ہوتا ہے جو یہودی النسل ہونے کی وجہ سے ان قصوں کے بہت بڑے عالم تھے اور اسلام لانے کے بعد یا تو تفریح کے طور پر ان کو سنایا کرتے تھے اور یا اس لئے کہ اس رطب و یابس میں سے جو دوراز کار باتیں ہوں وہ رد کر دی جائیں اور جن سے قرآن اور احادیثِ نبوی کی تائید ہوتی ہو ان کو ایک تاریخی حیثیت میں لے لیا جائے۔ مگر نقل کرنے والے راویوں نے اس حقیقت پر نظر نہ رکھتے ہوئے اس پورے طومار کو جو "غرق مئے ناب اولیٰ" کا مصداق تھا اسی طرح نقل کرنا شروع کر دیا جس طرح حدیثی روایات کو نقل کرتے تھے۔ اور اگر

(۱) فتح الباری جلد ۶ صفحہ ۲۹۸

سلف صالحین اور متاخرین میں وہ بے نظیر ہستیاں نہ پیدا ہوتیں جنھوں نے روایات واحادیث کے تمام ذخیرے کو "نقد وتبصرہ" کی کسوٹی پر پرکھ کر دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی الگ کر دیا تو نہ معلوم کہ آج اسلام کو کسقدر بے پناہ مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا۔

پس اس وضاحت کے بعد اب یہ دیکھنا چاہیئے کہ یاجوج اور ماجوج کا مصداق کون سے قبائل ہیں اور ان قبائل کا کائناتِ انسانی کے ساتھ کیا تعلق رہا ہے۔ یہ مسئلہ درحقیقت ایک معرکۃ الآراء مسئلہ ہے اور اقوامِ عالم کی بہت سی قوموں پر اثر انداز ہے۔ نیز سورۂ انبیاء کی آیت حتیٰ اِذَا فُتِحَتْ یَاْجُوْجُ وَمَاْجُوْجُ وَهُمْ مِّنْ كُلِّ حَدَبٍ يَّنْسِلُوْنَ" سے اس کا بہت گہرا تعلق ہے۔

بہرحال اس سے پہلے کہ ہم اس مسئلہ پر کچھ لکھیں مقدمہ اور تمہید کے طور پر یہ معلوم ہونا چاہیئے کہ انسانی آبادی کے تمام گوشوں میں جو چہل پہل اور رونق نظر آتی ہے اور ربع مسکوں جس طرح بنی آدم سے آباد ہے اور تمدن وحضارت کی نیرنگیوں سے گلزار بنا ہوا ہے ان کی ابتدا بدوی اور صحرائی قبائل سے ہوئی ہے اور یہی قبائل صدیاں گذر جانے اور اپنے اصل مرکز سے جدا ہو جانے کے بعد تمدن وحضارت کے بانی بنتے اور متمدن قومیں شمار ہوتے رہے ہیں۔

تاریخ اس بات کی شاہد ہے کہ دنیا کی قوموں کے سب سے بڑے سرچشمے کہ جہاں سے سیلاب کی طرح امنڈ امنڈ کر انسانی آبادی پھیلی اور پھلی پھولی ہے اور مختلف ملکوں اور زمین کے مختلف خطوں میں جا کر بسی ہے" صرف دو ہیں۔ ایک حجاز اور دوسرا چینی ترکستان یا کاکیشیا کا وہ علاقہ جو شمال مشرق میں واقع ہے اور سطح زمین کا مرتفع اور بلند حصہ شمار ہوتا ہے۔

حجاز ان تمام اقوام وقبائل کا سرچشمہ ہے جو سامی النسل یا سیمٹک (Semetic.) کہلاتی ہیں۔ یہ قبائل ہزار ہا سال سے اس بے آب وگیاہ سرزمین سے طوفان کی طرح اٹھتے اور بگولہ کی طرح دنیا کے مختلف حصوں پر پھیلتے رہے ہیں۔ اور بدوی اور صحرائی زندگی کے گہوارے

نکل کر زبردست تمدن اور عظیم الشان حضارت و شہرت کے بانی قرار پائے ہیں۔

عادِ اولیٰ اور عادِ ثانیہ (ثمود) اسی سرزمین سے اٹھے اور اپنی عظیم الشان صناعی اور پرسطوت حکومت و صولت کے ذریعہ صدیوں تک تمدن و حضارت کے علمبردار رہے۔ جدیس طسم اور اسی قسم کے دوسرے قبائل بھی جو آج امم بائدہ (ہلاک شدہ) کہلاتے ہیں اسی خاک کے پروردہ تھے۔ اذواء یمن (شاہان حمیر) اور عمالقۂ مصر و شام و عراق کے جلال و جبروت اور وسعتِ سلطنت کا یہ عالم تھا کہ ایک عرصہ تک فارس اور روم بلکہ ہندوستان کے بعض حصے بھی ان کے احکام کے محکوم اور ان کی حکومت کے باجگزار رہ چکے ہیں۔ غرض سامی النسل اقوام و قبائل خواہ بدوی اور صحرائی ہوں یا حضری اور متمدن شہری سب اسی خاکِ حجاز (عرب) کے ذرات تھے جو اپنی وسعت کے بعد آپس میں اس قدر اجنبی ہو گئے تھے کہ بدوی اور شہری بلکہ فراعنۂ مصر (عمالقہ) اور اذواء یمن (سلاطین حمیری) اور عرب مستعربہ اور اسمعیلی عربوں کے درمیان مطابقت پیدا کرنی بھی مشکل ہو گئی تھی اور اگر نسلی امتیازات و خصوصیات اور زبان کی بنیادی یکرنگی ان کے باہم پیوند نہ لگاتی تو تاریخ کے کسی گوشہ کی بھی یہ ہمت نہ تھی کہ وہ ابھر کر ان کی اخوتِ باہمی کا درس دیسکتا۔

اسی طرح قبائل و اقوامِ عالم کا دوسرا سمندر اور بحرِ ناپیدا کنار چینی ترکستان اور منگولیا کا وہ علاقہ رہا ہے جو شمال مشرق میں واقع ہے اور سطحِ زمین کا بلند اور مرتفع حصہ ہے۔

اس مقام سے بھی ہزاروں سال کے عرصہ میں سینکڑوں قبائل اٹھے اور دنیا کے مختلف گوشوں تک پہنچے اور وہاں جا کر بس گئے۔ یہیں سے انسانوں کی موجیں اٹھیں اور وسط ایشیا میں جا گریں۔ یہیں سے یورپ پہنچیں اور یہیں سے ہندوستان اور شمال مغرب تک پھیلتی چلی گئیں۔ ہندوستان میں بس جانے والوں نے اپنا تعارف "آرین" کے ساتھ کرایا، وسط ایشیا میں بسنے والوں نے "ایریانہ" کہلا کر اپنے علاقہ کا نام ایران مشہور کیا۔ یورپ میں ہن گاتھ ڈانڈیال وغیرہ ان ہی

ئل کے نام پڑے اور بحر اسود سے دریائے ڈنیوب تک بسنے والے سیتھین کہلائے اور یورپ و ایشیا ر
ایک بڑے حصہ پر چھا جانے والے رشین کے نام سے مشہور ہوئے۔

یہ قبائل جب اپنے مرکز سے چلے تھے تو صحرائی، وحشی، اور بدوی تھے لیکن اپنے مرکز سے
ٹ کر جب دوسرے مقامات پہ پہنچے اور حضارت و تمدن سے آشنا ہوئے یا ضرورت نے آشنا
یا تو نئے نئے ناموں سے پکارے گئے۔ حتیٰ کہ اپنے مرکز کی ابتدائی حالت سے اسقدر بُعد ہو گیا
رکز میں بسنے والے وحشی قبائل اور ان کے درمیان کوئی یکسانیت باقی نہ رہی بلکہ ایک ہی
ل کی دونوں شاخیں ایک دوسرے کی حریف بن گئیں اور شہری اقوام کیلئے ان کے ہم نسل وحشی
ل مستقل خطرہ ثابت ہونے لگے جو آئے دن شہریوں پر تاخت و تاراج کرتے اور لوٹ مار کر کے
پنے مرکز کی جانب واپس چلے جاتے تھے۔

بہر حال تاریخ کے اوراق اس کے شاہد ہیں کہ تاریخ کے عہد سے قبل سے پانچویں صدی
ں تک اس علاقہ سے جو آج کل منگولیا یا تاتار کہلاتا ہے اسی قسم کے انسانی طوفان اٹھتے رہے ہیں
ران سے قریب اور ہمسایہ قوم "چینی" ان کے بڑے دو قبائل کو "موگ" اور "یوچی" کہتے رہے ہیں
ہی موگ" ہے جو تقریباً چھ سو برس قبل مسیح یونان میں میگ اور میگاگ بنا۔ اور عربی میں ماجوج ہو
غالباً یہی "یواچی" یونانی میں یوگاگ اور عبرانی اور عربی میں جوج اور یاجوج کہلایا۔ لیکن جب
بائل دنیا کے مختلف حصوں میں جا کر آباد ہوئے اور بہت سے قبائل پہلے کی طرح اپنے مرکز ہی
وحشی اور صحرائی بنے رہے تو اس اختلاف تمدن و معیشت نے ایسی صورت اختیار کر لی کہ ان
ل کے وحشی اور صحرائی جنگجو تو اسی طرح یاجوج (گاگ) (Gog .) اور ماجوج (میگاگ
Mag) کے نام سے موسوم رہے مگر متمدن اور شہری قبائل نے مقامی خصوصیات و امتیازات
ساتھ ساتھ اپنے ناموں کو بھی بھلا دیا اور نئے نئے ناموں سے شہرت پائی۔ اور پھر یہ تقسیم اس طرح

قائم ہو گئی کتاریخ کے عہد میں بھی اس کو باقی رکھا گیا اور وسط ایشیا کے ایرانی ایشیائی اور یورپین روسی اور دیگر یورپین قومیں اور ہندوستان کے آرین اصل کے اعتبار سے منگولین (یعنی موگ ماجوج اور یوآگ (یاجوج) نسل ہونے کے باوجود تاریخ میں ان ناموں سے یاد نہیں کئے جاتے اور یاجوج و ماجوج کا نام صرف ان ہی قبائل کے لئے مخصوص کر دیا گیا ہے جو اپنی گذشتہ حالتِ وحشت و بربریت اور غیر متمدن زندگی میں اپنے مرکز کے اندر موجود ہیں اور مختلف صدیوں میں قتل و غارت اور لوٹ مار کرنے کیلئے اپنے ہم نسل متمدن اقوام پر حملے کرتے رہے ہیں۔ اور ان ہی کے وحشیانہ حملوں کی حفاظت کے لئے اور مشرقی تاخت و تاراج سے بچنے کے لئے مختلف اقوام نے مختلف دیواریں اور سد قائم کیں اور ان ہی میں سے ایک وہ سد ہے جو ذوالقرنین نے ایک قوم کے کہنے پر دو پہاڑوں کے درمیان لوہے اور تانبے سے ملا کر تیار کی تاکہ وہ یاجوج اور ماجوج کے مشرقی حملوں سے محفوظ ہو جائیں۔

یاجوج و ماجوج کا ذکر توراۃ میں بھی ہے چنانچہ حزقیل علیہ السلام کے صحیفہ میں یوں کہا گیا ہے

"اور خداوند کا کلام مجھ کو پہنچا اور اس نے کہا کہ اے آدم زاد تو جوج کے مقابل جو ماجوج کی سرزمین کا ہے اور روش اور مسک اور توبال کا سردار ہے اپنا منہ کر اور اس کے برخلاف نبوت کر اور کہہ کہ خداوند یہوداہ یوں کہتا ہے کہ دیکھ اے جوج روش اور مسک اور توبال کے سردار میں تیرا مخالف ہوں اور میں تجھے سزا دونگا۔ اور تیرے جبڑوں میں بنسیاں ماروں گا الخ (۱)

دیکھ میں تیرا مخالف ہوں اے جوج روش اور مسک اور توبال کے سردار اور میں تجھے پلٹ دونگا الخ (۲)

اور میں ماجوج پر اور ان پر جو جزیروں میں بے پروائی سے سکونت کرتے ہیں ایک آگ بھیجونگا الخ (۳)

(۱) حزقیل باب ۳۸ آیت ۱-۳ - (۲) حزقی ایل باب ۳۹ آیت ۱ - (۳) حزقی ایل باب ۳۹ آیت ۶

اور اس دن یوں ہوگا کہ میں وہاں اسرائیل میں جوج کو ایک گورستان دونگا یعنی رہگذروں کی وادی جو سمندر کے پورب ہے اور اسکے رہگذروں کی راہ بند ہوگی اور وہ وہاں جوج کو اور اس کی جماعت کو گاڑینگے اور اسے ہامون جوج کی وادی نام رکھیں گے۔ منہ (۱)

ان حوالوں میں جوج ماجوج، روش، مسک، اور توبال کا ذکر ہے اور ان کو خدا کا مخالف بتایا گیا ہے اور مظلوموں کو یہ بشارت دی گئی ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کو پھرا دیگا اور ان کے جبڑوں میں نکیلیں ماریگا تاکہ وہ پلٹ جائیں اور یہ کہ قیامت کے قریب ان وحشی اور ظالم قبائل کو تباہ و برباد کردیا جائیگا اور ان کی موت سے عرصہ تک رہگذروں کے لئے راہیں بند ہوجائیں گی۔

ان ناموں کی تفصیل میں توراۃ کے مفسرین یہ کہتے ہیں کہ جوج سے مراد گاگ (Gog) ہے اور ماجوج سے میگاگ (Magog.) ہے اور روش سے روس (Russia) اور مسک سے مراد ماسکو (Moscow.) اور توبال سے بحر اسود کا بالائی علاقہ مراد ہے۔ جس کے معنی یہ ہیں کہ توراۃ کی شہادت بھی اس سے اتفاق کرتی ہے کہ لفظ یاجوج اور ماجوج ان ہی قبائل کے لئے مخصوص ہوگیا تھا جو منگولیا اور کاکیشیا سے لیکر دور تک مشرق میں پھیلتے چلے گئے تھے اور یہ کہ حزقیل (علیہ السلام) کے زمانہ تک روس (Russia) کا علاقہ تہذیب و تمدن اور حضارت سے عاری اور وحشی قبائل کا موطن و مسکن تھا۔ اور قتل و غارت گری ان کا پیشہ تھا۔ اور ظلم و ستم ان کا روزمرہ کا مشغلہ۔ لہذا حضرت حزقیل علیہ السلام کی پیشینگوئیوں میں یہ بشارت دی گئی کہ وہ وقت قریب ہے جبکہ ان قبائل کی تاخت و تاراج کا یہ سلسلہ ایک عرصہ تک کیلئے بند ہوجائیگا۔ اس پیشینگوئی میں یہ بھی کہا گیا ہے کہ جوج شمال کی جانب سے آئیگا تاکہ لوٹ مار کرے اور یہ کہ ماجوج پر اور جزیروں میں بسنے والوں پہ سخت تباہی آئیگی اور یہ کہ اسرائیلی بھی ماجوج کے مقابلہ میں حصہ لینگے

(۱) حزقیل باب ۳۹ آیت ۱۱

اب اگر تاریخ کا مطالعہ کیجئے تو آپ پر یہ بخوبی واضح ہو جائے گا کہ تقریباً ایک ہزار قبل مسیح سے بحر خزر اور بحر اسود کا علاقہ وحشی اور خونخوار قبائل کا مرکز بنا ہوا ہے جو مختلف ناموں کے ساتھ موسوم ہوتے رہے ہیں بالآخر ان میں سے ایک زبردست قبیلہ نمودار ہوتا ہے جو تاریخ میں "سیتھین" کے نام سے مشہور ہے یہ وسط ایشیا سے بحر اسود کے شمالی کناروں تک پھیلا ہوا ہے اور اطراف میں مسلسل حملے کرتا رہتا اور متمدن اقوام پر تباہی لاتا رہتا ہے یہ زمانہ بابل و نینوی کے عروج اور اشوریوں کے تمدن کے آغاز کا زمانہ تھا۔ پھر تقریباً ساڑھے چھ سو قبل مسیح میں ان کے ایک بڑے زبردست گروہ نے اپنی بلندیوں سے اتر کر ایران کا تمام مغربی حصہ تہ و بالا کر ڈالا۔

اب ۵۲۹ قبل مسیح سائرس (کیخسرو) کا ظہور ہوتا ہے اور یہی وہ زمانہ ہے جبکہ اس کے ہاتھوں بابل کی تباہی، بنی اسرائیل کی آزادی اور میڈیا و فارس کی دو سلطنتوں کی یکجا طاقت کا نظارہ سامنے آتا ہے اور ٹھیک حزقیل علیہ السلام کی پیشینگوئی کے خصوصی امتیازات اس کے ہاتھوں ظہور پذیر ہوتے ہیں۔ اور "سیتھین" قبائل کے مغربی حملوں سے حفاظت کیلئے اُس کے ہاتھوں وہ سد قائم ہوتی ہے جس کا ذکر بار بار آرہا ہے۔

بہر حال ان تمام تاریخی مصادر سے یہ بات پایۂ ثبوت کو پہنچ جاتی ہے کہ حزقیل علیہ السلام کی پیشینگوئی کے مطابق وہ یاجوج و ماجوج جن کی حفاظت کے لئے سائرس (ذوالقرنین) نے سد تیار کی۔ یہی "سیتھین" قبائل تھے جو ابھی تک اپنی وحشیانہ خصائص و خصائل کے اسی طرح حامل تھے جس طرح ان کے پیشرو اپنے مرکز میں آئے ہوئے ان امتیازات کے ساتھ یاجوج و ماجوج کہلاتے رہے تھے۔ اور یہ دراصل ایک مزید ثبوت ہے اس دعویٰ کے لئے کہ ذوالقرنین سائرس (کیخسرو) ہی ہے۔

(باقی)